فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۸۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا بدگمانی حرام ہے؟

جواب: جی ہاں، بدگمانی حرام ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

(الحجرات : ۱۲)

''مومنو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''گمان سے بچیں، کیونکہ گمان سب سے بڑا جھوٹ ہے۔''

(صحيح البخاري : 5143، صحيح مسلم : 2563)

سوال: حدیث: ''قرب قیامت کچھ لوگ آئیں گے، وہ سیاہ خضاب لگاتے ہوں گے، جنت کی خوشبو بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔'' کا مفہوم واضح فرما دیں۔

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آخری زمانہ میں ایک قوم کبوتر کے پوٹے جیسا سیاہ خضاب لگائے گی۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گی۔''

(سنن أبي داود : 4213، سنن النسائي : 138/8، ح : 5078، مسند الإمام أحمد :

273/1، المعجم الكبير للطبراني : 413/12، تاريخ ابن أبي خيثمة : 909، المختارة للضياء المقدسي : 233/10، ح : 244، شرح السنة للبغوي : 3180، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ **مسند اسحاق بن راہویہ** (كما في [النكت الظراف على الأطراف لابن حجر : 424/4]) میں الفاظ ہیں:

''وہ اپنی ڈاڑھیوں کو سیاہ خضاب لگائیں گے۔''

اس حدیث سے سیاہ خضاب کی ممانعت و حرمت پر دلیل لی جاتی ہے، لیکن یہ استدلال کمزور ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلافِ امت اور محدثین کرام میں سے کوئی بھی سیاہ خضاب کی ممانعت و حرمت کا قائل نہیں۔ دوسری یہ کہ اہل علم نے اس حدیث کا یہ معنی ومفہوم بیان نہیں کیا، بلکہ بعض اہل علم نے اس سے سیاہ خضاب کی حرمت پر استدلال کا ردّ کیا ہے۔

۞ مشہور محدث، امام ابوبکر ابن ابوعاصم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں سیاہ خضاب کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔ اس میں تو ایک قوم کے بارے میں خبر دی گئی ہے، جن کی نشانی یہ ہوگی۔''

(فتح الباري لابن حجر : 354/10)

۞ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

''اس سے سمجھ آتا ہے کہ وہ قوم اپنے حرام و ناجائز افعال کی بنا پر مذموم ہوگی۔ سیاہ خضاب فی نفسہٖ مذموم نہیں ہے۔ اصحاب رسول ﷺ سیاہ خضاب لگاتے رہے، ان میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔''

(شرح مشكل الآثار : 313/9، ح : 3699)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

’’آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے سیاہ خضاب استعمال کیا ہے۔ان میں سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما،سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ بہت سے تابعین کرام بھی ایسا کرتے تھے۔بعض لوگوں نے اسے اس لیے مکروہ سمجھا ہے کہ اس میں ایک قسم کا دھوکا ہے۔رہی یہ بات کہ سیاہ خضاب کے ذریعے دھوکے کا ارادہ نہ بھی ہو تو اس کا استعمال حرمت کے درجے تک پہنچ جائے اور اس کے استعمال کنندہ پر جنت کی خوشبو سے بھی محرومی کی وعید صادق آ جائے،تو یہ بات آج تک کسی اہل علم نے نہیں کہی۔اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس معنی کا احتمال ہے کہ وہ اپنے کسی غلط عقیدے یا عمل کی بنا پر جنت کی خوشبو سے محروم رہیں گے،سیاہ خضاب کی بنا پر نہیں۔ یہ خضاب تو ان کی ایک نشانی ہے، جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پہچان کے لیے بتلائی ہے،جس طرح خارجیوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ان کی نشانی سر کے بالوں کو منڈانا ہے۔اس کے باوجود سر کے بالوں کو منڈانا حرام نہیں۔‘‘

(الموضوعات : 55/3)

ثابت ہوا کہ مذکورہ حدیث میں موجود وعید سیاہ خضاب کی وجہ سے نہیں،ورنہ ’’آخری زمانے‘‘ کی قید کا کیا معنی؟ سیاہ خضاب کا استعمال کرنے والے تو صحابہ کرام سے لے کر ہر دور میں موجود رہے!!!

❀ علامہ محمد عبد الرحمٰن،مبارک پوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

’’اس حدیث سے سیاہ خضاب کے مکروہ ہونے کی دلیل لینا صحیح نہیں۔‘‘

(تحفة الأحوذي : 55/3)

(سوال): کیا بارش کی صورت میں دو نمازیں جمع کی جاسکتی ہیں؟

(جواب): بارش میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے:

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفْ عُلَمَاءُ الْحِجَازِ أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي الْمَطَرِ جَائِزٌ.

''علمائے حجاز کا اتفاق ہے کہ بارش میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔''

(صحيح ابن خُزيمة : 85/2)

❀ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو بغیر کسی خوف اور بارش (ایک روایت میں بغیر کسی خوف اور سفر) کے جمع کیا۔ (سعید بن جبیر کہتے ہیں:) میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر مشقت نہ ہو۔''

(صحيح مسلم : 705)

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَع رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا جَمِيعًا، وَسَبْعًا جَمِيعًا؛ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

''میں نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات اور مغرب وعشا کی سات رکعات جمع کر کے پڑھیں۔''

(صحيح البخاري : 543، 1174، صحيح مسلم : 55/705)

❀ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جن دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر کیا ہے، وہ نہ خوف کی وجہ سے تھیں، نہ بارش کی وجہ سے۔ اس حدیث سے امام احمد رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ خوف اور بارش میں تو بالاولیٰ نمازیں جمع ہوں گی۔ مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان امور میں نمازوں کو جمع کرنا بالاولیٰ جائز ہے۔ یہ تنبیہ بالفعل کی قبیل سے ہے۔ جب خوف، بارش اور سفر کے بغیر درپیش مشقت کو ختم کرنے کے لیے دو نمازوں کو جمع کیا جا سکتا ہے، تو ان اسباب کی مشقت کو ختم کرنا تو بالاولیٰ جائز ہوگا، لہٰذا خوف، بارش اور سفر کی بنا پر نمازوں کو جمع کرنا دیگر امور کی بنا پر جمع کی نسبت اولیٰ ہوگا۔''

(مَجموع الفتاوٰی: 76/24)

❀ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''جب بارش والی رات ہوتی، تو ہمارے امرا مغرب کو تاخیر سے ادا کرتے اور شفق (سرخی) غائب ہونے سے پہلے عشا کے ساتھ جمع کر لیتے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ ہی نماز پڑھتے تھے اور اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔ عبیداللہ بیان کرتے ہیں: میں نے قاسم اور سالم رحمہما اللہ کو دیکھا کہ وہ دونوں ایسی رات میں امرا کے ساتھ مغرب و عشا کو جمع کرتے تھے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك: 331، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 168/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ ہشام بن عروہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے ابان بن عثمان رحمہ اللہ کو بارش والی رات مغرب و عشا کی نمازوں کو

جمع کرتے دیکھا۔عروہ بن زبیر،سعید بن مسیّب،ابوبکر بن عبدالرحمٰن اورابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شَيبة : 234/2، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 168/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کو امرا کے ساتھ بارش والی رات میں مغرب وعشا کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 234/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابومودود،عبدالعزیز بن ابوسلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ کے ساتھ مغرب وعشا کی نماز پڑھی،انہوں نے بارش والی رات میں دونوں نمازوں کو جمع کیا تھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 234/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ شیخ الاسلام،ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآثَارُ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْجَمْعَ لِلْمَطَرِ مِنَ الْأَمْرِ الْقَدِيمِ، الْمَعْمُولِ بِهٖ بِالْمَدِينَةِ زَمَنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، مَعَ أَنَّهٗ لَمْ يُنْقَلْ أَنَّ أَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنْكَرَ ذٰلِكَ، فَعُلِمَ أَنَّهٗ مَنْقُولٌ عِنْدَهُمْ بِالتَّوَاتُرِ جَوَازُ ذٰلِكَ.

''ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا ایسا معاملہ ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے۔اس پر صحابہ وتابعین کرام کے دور میں مدینہ میں بھی عمل ہوتا رہا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ کسی ایک بھی صحابی سے اس

پر اعتراض کرنا منقول نہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین سے بالتواتر اس کا جواز منقول ہے۔‘‘(مَجموع الفتاوٰی : 83/24)

۞ مولانا عبدالشکور لکھنوی، فاروقی لکھتے ہیں:

’’امام شافعی ﷫ کے نزدیک سفر میں اور بارش میں بھی دونمازوں کا ایک وقت میں پڑھ لینا جائز ہے اور ظاہر احادیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اگر کسی ضرورت سے کوئی حنفی بھی ایسا کرے، تو جائز ہے۔‘‘

(علم الفقہ، حصہ دوم، ص : 150)

یادرہے کہ بارش کی صورت میں جمع تقدیم و تاخیر، دونوں جائز ہیں۔تقدیم میں زیادہ آسانی ہے، نیز جمع صوری کو بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

(سوال): قبر میں مدفون سے دعا کی درخواست کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ناجائز وحرام ہے۔قبر والے دنیا والوں سے بے خبر ہیں۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ﷫ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

’’(قبر پرستی کے) جو اکثر فائدے ذکر کیے جاتے ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں۔یہ مشرک لوگ قبروں وغیرہ کے پاس جا کر کثرت سے دُعا کرتے ہیں۔بس کبھی کبھار وہ دعا (اللہ کی طرف سے) قبول ہو جاتی ہے۔اور کوئی مشرک بہت سی دُعائیں کرتا ہے لیکن اُن میں سے کوئی ایک دُعا قبول ہوتی ہے۔پھر بہت سے مشرک لوگ دُعا کرتے ہیں تو ان میں سے کبھی کسی ایک کی اور کبھی کسی ایک کی دُعا قبول ہوتی ہے۔یہ کیفیت ان لوگوں کو کہاں لاحق ہوتی ہے جو سحری کے وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے سجدوں میں، اپنی

نمازوں کے آخر میں اور مساجد میں پکارتے ہیں ۔ یہ موحد لوگ جب ان قبر پرستوں کی طرح گڑگڑا کر دُعا کریں تو ممکن نہیں کہ ان کی کوئی دُعا ردّ ہو جائے ۔حقیقت یہ ہے کہ جب موحد لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تو ان کی دُعا بہت کم ردّ ہوتی ہے، جبکہ قبر پرستوں کی دُعا قبول ہی بہت کم ہوتی ہے ۔موحدین کی دُعا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''کوئی بھی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ یا رشتہ داروں سے قطع تعلقی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک عطا فرما دیتا ہے ۔ یا تو اس کی دُعا فوراً قبول کر لیتا ہے یا اس دُعا کی مثل کوئی اور بھلائی اسے عطا فرما دیتا ہے یا اس سے کوئی ایسا ہی نقصان دُور کر دیتا ہے ۔صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر یہ بات ہے تو پھر ہم بہت زیادہ دُعائیں کریں گے ۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ عطا فرمانے والا ہے ۔'' (مصنّف عبد الرّزاق : ٢٢/٦، الرّقم : ٢٩١٧٠، مسند أبي يعلٰى : ٢٩٧/٢، ح : ١٠١٩، مسند الإمام أحمد : ١٨/٣، الأدب المفرد للبخاري : ٧١٠، وصحّح إسناده الحاكم (١٨١٦)، وسندهٗ حسنٌ) **موحد** لوگ اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ بہتری میں رہتے ہیں ۔اس کے برعکس قبر پرست لوگوں کی جب کبھی کبھار کوئی دُعا قبول ہو جاتی ہے تو ان کی توحید کمزور ہو جاتی ہے، اپنے ربّ سے ناطہ وتعلق کم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے دل میں ایمان کی وہ حلاوت اور ذائقہ محسوس نہیں کرتے جو پہلے مسلمان محسوس کرتے تھے ۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم : 689/2)

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي الْعَسَلِ الْعُشْرُ .

''شہد میں عشر ہے۔''

(مصنّف عبد الرّزّاق : 6972، الضّعفاء الكبير للعُقَيلي : 309/2)

(جواب): اس کی سند باطل ہے۔

① عبدالرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

② عبداللہ بن محرر ''متروک ومنکر الحدیث'' ہے۔

③ زہری کا عنعنہ ہے۔

❀ اس معنی کی روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(سنن التّرمذي : 629)

اس کی سند ضعیف ہے۔ صدقہ بن عبداللہ ضعیف ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 80/1)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المَقاصد الحَسنة : 420)

❀ اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ .

''اس کی سند پر جرح کی گئی ہے۔''

نوٹ:

ہمارے مطابق شہد میں عشر ہے۔اس کی دلیل مندرجہ ذیل روایت ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جَاءَ هِلَالٌ أَحَدُ بَنِي مُتْعَانَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُشُورِ نَحْلٍ لَهٗ، وَكَانَ سَأَلَهٗ أَنْ يَحْمِيَ لَهٗ وَادِيًا، يُقَالُ لَهُ : سَلَبَةُ، فَحَمٰى لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَادِي، فَلَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ سُفْيَانُ بْنُ وَهْبٍ، إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَسْأَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ؛ إِنْ أَدّٰى إِلَيْكَ مَا كَانَ يُؤَدِّي إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُشُورِ نَحْلِهٖ، فَاحْمِ لَهٗ سَلَبَةَ، وَإِلَّا، فَإِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَأْكُلُهٗ مَنْ يَشَاءُ .

''قبیلہ بنی متعان کا ''ہلال'' نامی ایک شخص اپنے شہد کا دسواں حصہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے نبی کریم ﷺ سے ''سلبہ'' نامی وادی اپنے قبضہ میں لینے کا مطالبہ کیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے وہ وادی اس

کے سپرد کر دی تھی۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی، تو سیدنا سفیان بن وہب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور اس وادی کے متعلق سوال کیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خط میں جواب دیا کہ اگر یہ شہد کا وہی عشر آپ کو بھی ادا کر دے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتا تھا، تو یہ وادی اسی کے پاس رہنے دیجئے، ورنہ (یہ وادی ان سے واپس لے لیجئے) یہ شہد مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے، جسے مکھیاں سرسبز وشاداب علاقوں سے اکھٹا کرتی ہیں، تو اس شہد کو ہر کوئی کھا سکتا ہے۔''

(سنن أبي داود: 1600، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: روافض کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بواسطہ جبرائیل علیہ السلام وحی آتی رہی۔ اس وحی پر فرشتہ مامور تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کتابت کی۔ اس وحی کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا، جس کا نام مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا یا لوح فاطمہ رضی اللہ عنہا یا کتاب فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تعزیت کی گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے غم کو کم کیا گیا۔ اس میں تا قیامت رونما ہونے والے حالات وواقعات کا ذکر ہے۔

شیعہ کتب میں مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ثبوت موجود ہے۔ اس بارے میں مروی روایات کی شیعہ علما نے تصدیق وتوثیق کی ہے۔ ہمارے مطابق یہ ابوبصیر وغیرہ کی گھڑنتلیں ہیں، لیکن ابوبصیر شیعہ کی کتب جرح وتعدیل میں ثقہ ومعتبر ہے۔

محمد بن یعقوب کلینی (۳۱۹ھ) نے الکافی (ص ۲۳۹) میں مصحف فاطمہ کے بارے

میں جعفر صادق رحمہ اللہ سے تقریبا آٹھ روایات ذکر کی ہیں۔ یہی روایات محمد بن حسن صفار (۲۹۰ھ) کی بصائر الدرجات اور ملا باقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) کی بحار الانوار وغیرہ میں بھی مذکور ہیں۔ مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذکر سے شیعہ مذہب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

ثابت ہوا کہ شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن کریم اصلی نہیں۔ ان کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی کلام الٰہی کا نزول ہوتا رہا، لیکن شیعہ یہ بات تقیہ کرتے ہوئے عام بیان نہیں کرتے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ لوگ اہل بیت کی شان میں کس قدر غلو سے کام لیتے ہیں اور ان پر کیسے کیسے جھوٹ اور بہتان باندھتے ہیں؟

(سوال): کیا مندرجہ ذیل حدیث سے شیعہ کے بارہ اماموں کا ثبوت ملتا ہے؟

❁ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتّٰى يَمْضِيَ فِيهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً، قَالَ : ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ، قَالَ : فَقُلْتُ لِأَبِي : مَا قَالَ؟ قَالَ : كُلُّهُمْ مِّنْ قُرَيْشٍ.

''نظام کائنات اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتا جب تک بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آہستہ سی بات کی میں نہ سن سکا، میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ کیا بات کی ہے؟ کہنے لگے: یہ کہ سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔''

(صحيح البخاري : 7222، صحيح مسلم :1821، واللّفظ لهٗ)

(جواب): اس حدیث میں روافض کے بارہ اماموں کا کوئی ثبوت نہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ وُجُودِ اثْنَي عَشَرَ خَلِيفَةً عَادِلًا وَلَيْسُوا هُمْ بِأَئِمَّةِ الشِّيعَةِ الِاثْنَي عَشْرَ فَإِنَّ كَثِيرًا مِنْ أُولٰئِكَ لَمْ يَكُنْ إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، فَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَإِنَّهُمْ يَكُونُونَ مِنْ قُرَيْشٍ، يَلُون فَيَعْدِلُونَ، وَقَدْ وَقَعَتِ الْبِشَارَةُ بِهِمْ فِي الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ، ثُمَّ لَا يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ مُتَتَابِعِينَ، بَلْ يَكُونُ وُجُودُهُمْ فِي الْأُمَّةِ مُتَتَابِعًا وَمُتَفَرِّقًا، وَقَدْ وُجِد مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ عَلَى الْوَلَاءِ، وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ . ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَهُمْ فَتْرَةٌ، ثُمَّ وُجِدَ مِنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قَدْ يُوجَدُ مِنْهُمْ مَن بَقِيَ فِي وَقْتٍ يَعْلَمُهُ اللّٰهُ، وَمِنْهُمُ الْمَهْدِيُّ الَّذِي يُطَابِقُ اسْمُهُ اسْمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْيَتُهٗ كُنْيَتَهٗ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا .

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بارہ عادل خلیفہ ضرور ہوں گے۔ان سے مراد شیعوں کے بارہ امام نہیں، کیونکہ ان میں سے اکثر کے پاس کوئی حکومت تھی ہی نہیں، جبکہ جن بارہ خلفا کا حدیث میں ذکر ہے، وہ قریش سے ہوں گے، جو حاکم بن کر عدل کریں گے۔ان کے بارے میں پہلی کتابوں میں بھی بشارت موجود ہے۔ پھر ان کا پے در پے آنا ضروری نہیں، بلکہ امت میں ان کا وجود

پے در پے بھی ہو گا اور وقفے وقفے سے بھی۔ ان میں سے چار پے در پے آئے۔ وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے بعد وقفہ ہوا اور پھر جتنے اللہ نے چاہے آئے، ان میں سے جتنے باقی ہیں، وہ اللہ کے علم میں وقت مقررہ پر ضرور آئیں گے۔ انہی میں سے مہدی ہوں گے، جن کا نام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اور کنیت آپ کی کنیت پر ہوگی۔ وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 4/568-569، تحت سورة النور : 55)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''بلاشبہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک ان بارہ خلیفوں کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ انہی میں سے مہدی ہوں گے، جن کے بارے میں احادیث ہیں کہ ان کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے مطابق (محمد) اور ان کے والد کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے نام کے مطابق (عبداللہ) ہو گا۔ وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ مہدی سے مراد وہ امام منتظر نہیں، جس کے بارے میں رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اب موجود ہے اور سامراء کے مورچے سے اس کا ظہور ہوگا۔ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں نہ اس کا قطعاً کوئی وجود ہے، بلکہ یہ گندی ذہنیت کی ہوس اور کمزور خیالات کا وہم ہے۔ ان بارہ خلفا سے مراد وہ بارہ امام نہیں، جن کا اثنا عشری رافضی اپنی جہالت اور کم علمی کی بنا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ تورات میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ یہ بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ

ان کی نسل سے بارہ عظیم لوگ پیدا کرے گا۔ یہ وہی بارہ خلفا ہیں، جن کا ذکر سیدنا ابن مسعود اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ یہودیت سے توبہ کر کے اسلام لانے والے بعض جاہل لوگوں سے جب کوئی شیعہ ملتا ہے، تو وہ ان کو دھوکا دیتا ہے کہ ان سے مراد بارہ امام ہیں۔ ان میں سے اکثر جہالت اور بے وقوفی کی بنا پر شیعہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت احادیث کے بارے میں کم علم ہوتے ہیں اور ان کو ایسی تلقین کرنے والے بھی۔''

(تفسیر ابن كثير : 504/3، تحت سورة المائدة : 12)

۞ مزید لکھتے ہیں:

''جن بارہ اماموں کے بارے میں روایات منقول ہیں، وہ سارے قریشی ہوں گے، ان سے مراد وہ بارہ نہیں، جن کی امامت کا دعویٰ رافضی کرتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امامت کی ہے، نیز ان کے گمان کے مطابق آخری مہدی منتظر ہو گا، جو سامراء کے پہاڑوں میں روپوش ہے، جس کا کوئی وجود اور نام ونشان نہیں ہے، بلکہ حدیث میں جن بارہ ائمہ کی خبر دی گئی ہے، ان سے مراد خلفائے اربعہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم نیز عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں، ائمہ اہل سنت کا بارہ اماموں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(البداية والنّهاية : 278/6)

روافض اپنے ائمہ معصومین کی شان میں غلو کرتے ہیں۔ ان کی امامت کو نبوت سے

فائق سمجھتے ہیں۔ ان کو گناہ، بھول چوک سے معصوم سمجھتے ہیں۔ ان کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ ان کے عقائد واعمال سے کوسوں دور ہیں۔ محض ایک دعویٰ رکھتے ہیں، حقیقت میں ان ائمہ کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔

اہل سنت والجماعت کی کتب میں ان ائمہ کی روایات درج ہیں، اہل سنت ان کی منقبت وفضیلت کے معترف ہیں۔ ان کی عدالت مسلّم ہے۔ ان کے عقائد اہل سنت والے ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ روافض کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، یوں شیعہ مذہب کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔

یاد رہے کہ شیعہ جسے اپنا بارہواں امام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ غار میں چھپ گیا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ محض ایک افسانہ ہے۔ شیعہ اسے ''مہدی'' کہتے ہیں، جبکہ اہل سنت کے ہاں قرب قیامت ''مہدی'' پیدا ہوں گے، ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے، دین کو غالب کریں گے، عدل انصاف قائم کریں گے اور ظلم وجور کا خاتمہ کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں جہاد کریں گے۔

سوال: صلح کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: دو فریق میں اختلاف یا جھگڑا ہو جائے، تو ان کے درمیان نزاع کو ختم کرانا ''صلح'' کہلاتا ہے۔ صلح کرنا، کرانا مشروع ومستحب ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النّساء: ١٢٨)

''صلح میں خیر ہے۔''

فریقین صلح کے لیے وہ تمام شرائط طے کر سکتے ہیں، جن میں شریعت کی مخالفت لازم

نہ آتی ہو۔

(سوال): کتنی مسافت پر نماز قصر کی جائے گی؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلاةِ﴾(النّساء : ۱۰۱)

''جب تم سفر کرو، تو نماز قصر کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔''

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ اسْمٍ لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فِي اللُّغَةِ وَلَا فِي الشَّرْعِ فَالْمَرْجِعُ فِيهِ إِلَى الْعُرْفِ فَمَا كَانَ سَفَرًا فِي عُرْفِ النَّاسِ فَهُوَ السَّفَرُ الَّذِي عَلَّقَ بِهِ الشَّارِعُ الْحُكْمَ .

''جس لفظ کی لغت یا شرع میں کوئی حد مقرر نہ ہو، تو اسے عرف کے مطابق لیا جائے گا، پس جسے عرف عام میں سفر کہا جاتا ہے، شارع نے بھی اسی پر (مسافت قصر) کا حکم لگایا ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 40/24)

۞ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنِّي لَأُسَافِرُ السَّاعَةَ مِنَ النَّهَارِ فَأَقْصُرُ، يَعْنِي الصَّلَاةَ .

''میں دن کا کچھ حصہ سفر کروں، تو نماز قصر کر لیتا ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8139، المُحلّى لابن حزم : 199/3، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 567/2)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی فرماتے ہیں:

لَوْ خَرَجْتُ مِيلًا قَصَرْتُ الصَّلَاةَ.

''اگر میں ایک میل تک سفر کروں، تو نماز قصر کرتا ہوں۔''

(المُحلّٰی لابن حزم : 199/3، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 567/2)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما با سند صحیح چار برد (۴۸ میل) پر قصر کرنا ثابت ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ چار برد سے کم پر قصر نہیں کرتے تھے۔

❀ عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ : أَأَقْصُرُ الصَّلَاةَ وَأُفْطِرُ فِي بَرِيدٍ مِّنَ الْمَدِينَةِ؟ قَالَ : نَعَمْ.

''میں سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا میں مدینہ سے ایک برید (۴۸ میل) سفر پر نماز قصر کر سکتا ہوں اور روزہ چھوڑ سکتا ہوں؟ فرمایا: جی ہاں۔''

(المُحلّٰی لابن حزم : 200/3، وسندہٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ كَالشَّمْسِ.

''یہ سند سورج کی طرح (روشن اور واضح) ہے۔''

صحیح مسلم (۶۹۱) میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق قصر کے ثبوت سے

ہے، نہ کہ مسافت کی تحدید سے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنِّي لَا أَعْرِفُ أَحَدًا مِّنَ الْفُقَهَاءِ يَقُولُ بِهِ .

''میں نہیں جانتا کہ کوئی فقیہ اس (تین فرسخ اقل مسافت) کا قائل ہو۔''

(مَعالم السّنن :261/1)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَحُدَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ مَسَافَةً مَحْدُودَةً لِلْقَصْرِ وَالْفِطْرِ، بَلْ أَطْلَقَ لَهُمْ ذٰلِكَ فِي مُطْلَقِ السَّفَرِ وَالضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ، كَمَا أَطْلَقَ لَهُمُ التَّيَمُّمَ فِي كُلِّ سَفَرٍ، وَأَمَّا مَا يُرْوٰى عَنْهُ مِنَ التَّحْدِيدِ بِالْيَوْمِ أَوِ الْيَوْمَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةِ فَلَمْ يَصِحَّ عَنْهُ مِنْهَا شَيْءٌ الْبَتَّةَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے نماز قصر کرنے اور روزہ چھوڑنے کے لیے کوئی مسافت متعین نہیں کی، بلکہ اسے ہر اس سفر کے لیے مطلق رکھا ہے، جسے سفر کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہر سفر کے لیے تیمّم کو مطلق رکھا ہے۔ جن روایات میں نبی کریم ﷺ سے ایک، دو یا تین دن (مدت قصر) کی تحدید وارد ہوئی ہے، ان میں سے کوئی بھی روایت ثابت نہیں، واللہ اعلم!''

(زاد المَعاد :463/1)

❁ علامہ البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّتْ هٰذِهِ الْآثَارُ عَلٰى جَوَازِ الْقَصْرِ فِي أَقَلَّ مِنَ الْمُسَافَةِ الَّتِي

دَلَّ عَلَيْهَا الْحَدِيثُ، وَذٰلِكَ مِنْ فِقْهِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَإِنَّ السَّفَرَ مُطْلَقٌ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، لَمْ يُقَيِّدْ بِمُسَافَةٍ مَّحْدُودَةٍ.

''یہ آثار دلالت کرتے ہیں کہ حدیث میں جس مسافت کا ذکر ہے، اس سے کم مسافت پر بھی قصر جائز ہے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فہم ہے، کیونکہ کتاب وسنت میں سفر کو مطلق بیان کیا گیا ہے، کسی محدود مسافت کی قید نہیں لگائی گئی۔''

(الصّحيحة :310/1)

شریعت میں قصر کے لیے مسافت کی حد متعین نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ایمان پر چھوڑا ہے کہ وہ اس سے ڈر کر کس طرح زندگی گزارتے ہیں، جیسا کہ ایک مریض کے لیے بخار کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی، کہ وہ کب روزہ رکھے اور کب روزہ چھوڑے گا؟ کب نماز باجماعت ادا کرے گا اور کب باجماعت ادا نہ کرے؟ وہ اپنے متعلق خود فیصلہ کرے گا کہ اب وہ کس حالت میں ہے؟ اسی طرح سفر میں قصر کی حد متعین نہیں، جسے عرف میں سفر کہتے ہیں، اس میں قصر جائز ہے، خواہ وہ پانچ چھ کلومیٹر ہی کیوں نہ ہو۔